QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

# اردو انشائیہ نگاری کے فکری و جمالیاتی پہلو: مشتاق قمر کے اسلوبِ نثر کا تنقیدی مطالعہ

# THE AESTHETIC AND INTELLECTUAL DIMENSIONS OF URDU ESSAY WRITING:A CRITICAL STUDY OF MUSHTAQ QAMAR'S PROSE STYLE

**نائیلہ ارم نیازی**

پی ایچ ڈی (اُردو) اسکالر، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد

**ڈاکٹر نذر خلیق**

ایسوسی ایٹ پروفیسر (ایڈجنک فیکلٹی)، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد

**Abstract:**

*This research article explores the multifaceted contributions of Professor Mushtaq Qamar to the genre of Urdu essay (Inshaiya). While Mushtaq Qamar was proficient in various literary forms including fiction, drama, and novel-writing, this study focuses specifically on his essayistic style, thematic richness, and artistic expression. As a prominent voice of the post-modern Urdu prose tradition, Qamar's essays reflect a seamless blend of humor, satire, cultural memory, and intellectual depth. His writings traverse the complexities of contemporary social realities, cultural decline, nostalgia, and the existential dilemmas of modern man. The article examines how Qamar's prose employs rhetorical techniques such as metaphor, irony, parody, and conversational tone to provoke thought while maintaining a humorous undertone. His work is situated within the larger framework of Urdu essay development, particularly after the pioneering contributions of Dr. Wazir Agha. The study concludes that Mushtaq Qamar's essays represent a significant cultural and intellectual archive that combines aesthetic elegance with philosophical inquiry, making him a unique and influential voice in the field of modern Urdu essay writing.*

**Keywords:**

Urdu essay writing, Mushtaq Qamar, satire and humor, cultural nostalgia, modern Urdu prose, rhetorical techniques, Dr. Wazir Agha

مشتاق قمّر ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا اصل نام ''محمد مشتاق'' اور ''قمّر'' تخلص ہے۔ ان کا تعلق راجپوت جنجوعہ کی گوت کھکھا سے ہے اور یہ انگریزی کے پروفیسر تھے جو تحصیل کہوٹہ، ضلع راولپنڈی سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے بیک وقت انشائیہ، افسانہ، ناول اور ڈرامہ نگاری میں طبع آزمائی کی ہے۔ میرے آرٹیکل کا موضوع ''اُردو اِنشائیہ اور مشتاق قمر کی فکری و فنی جہات'' ہے لہذا ان کی انشائیہ نگاری ہی میرا حاصلِ بحث رہے گا۔ اِنشائیہ: جس کا آغاز فرانس سے ہوا تھا اسے مونتین (فرانس) سے۔ بیکن (برطانیہ) تک پہنچنے میں چنداں وقت نہ لگا مگر۔ بیکن سے ڈاکٹر وزیر آغا (پاکستان) تک پہنچنے میں کئی صدیاں بیت گئیں اگر اردو ادب میں باقاعدہ اِنشائیہ نگاری کی روایت کی بات کی جائے تو وزیر آغا کا نام ہی سامنے آتا ہے جنہوں نے باقاعدہ اِنشائیہ نگاری کو اس صنف کے اپنے لوازمات کے ساتھ پروان چڑھایا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے دوسرے انشائیہ لکھنے والوں کی توجہ اس طرف مبذول کروائی تاکہ اس اِنشائیہ نگاری کی صنف کو بامِ عروج تک پہنچا سکوں۔ ۱۸۵۸۔۱۸۵۹ء میں انہوں نے اپنے ہمنواؤں کے ساتھ مل کر ایک تحریک شروع کی اور جس کے لیے اپنی تحریروں کو سمونے کے لیے ''اوراق'' رسالہ کا انتخاب کیا گیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ مشتاق قمّر بھی اس تحریک میں وزیر آغا کے ساتھ پیش پیش رہے اس کے بارے میں ڈاکٹر وسیم انجم لکھتے ہیں۔

> ''اِنشائیہ کی تحریک کو ڈاکٹر وزیر آغا نے شروع کیا تو اس کے ہراوّل دستے میں مشتاق قمّر بھی شامل ہوئے اور انہوں نے اپنے اِنشائیے تخلیق کیے، جو اَن مِٹ نقُوش کے حامل ہیں''(۱)

اردو اِنشائیہ نگاری کا فن ابتدا سے ہی ادب کا ایک دِلچسپ، پُراثر، اور فکری حوالہ رہا ہے۔ یہ صنفِ نثر اپنی طبعی ساخت میں فکر و فن، ہنر و مزاح، اور طنز و تہزیب کا حسین امتزاج ہے۔ اردو اِنشائیہ کا دامن بہت وسیع ہے جس میں فکر، طنز، مزاح، تہذیب، تاریخ اور فرد کی نفسیات جیسے موضوعات سمٹے ہوئے ہیں۔ بیسویں صدی کے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

آواخر اور اکیسویں صدی کے آغاز میں جن اِنشائیہ نگاروں نے اردو نثر کو تازگی بخشی، ان میں مشتاق قمّر کا نام قابل ذکر ہے۔اِن کی اِنشائیہ نگاری فکری گہرائی، زبان کی شگفتگی، تہذیبی حس، خطہ پوٹھوہار کی لذت، علمی آگہی، اور طنز و مزاح کے منفرد امتزاج کا حامل ہے۔انہوں نے اِنشائیہ نگاری کی روایت کو نہ صرف ممتاز مقام عطا کیا بلکہ اس کے زبان واسلوب کو بھی نکھارا بلکہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کو فکری انداز میں پیش کرنے کی راہ ہموار کی۔

مشتاق قمّر جدید اُردو انشائیہ نگاری کے اہم اور تخلیقی مزاح نگاروں میں شمار ہوتے ہیں، جنہوں نے مزاح کے ساتھ اپنی فکری جہت کو بھی نمایاں کیا، ان کے اِنشائیے جہاں فکری گہرائی رکھتے ہیں، وہیں لطافتِ طبع، روزمرہ زندگی کی جزئیات نگاری، اور سماجی شعور بھی نمایاں ہے۔مشتاق قمّر کی اِنشائیہ نگاری کا منفرد وصف یہ ہے کہ وہ مزاحیہ طرزِ تحریر کے پردے میں سنجیدہ فکری موضوعات کو انتہائی سلیقے اور مہارت سے پیش کرتے ہیں، ان کی تحریریں نہ صرف قاری کو ہنسنے پر رضامند کرتی ہیں بلکہ اس کے ذہن کی گرہیں کھول کر انہیں سوچنے پر مجبور کرتی ہیں اور محض معمولی تجربات سے زندگی کی گہری سچائیاں سامنے لاتی ہیں۔ڈاکٹر آصف فرخی لکھتے ہیں۔

”مشتاق قمّر قاری کو ہنساتے ہنساتے وہ بات کہہ دیتے ہیں، جسے سن کر انسان
ساکت ہو جائے، یہ فن صرف بڑے فنکاروں کو آتا ہے“(۲)

مشتاق قمّر کے انشائیوں میں مزاح اور دانش کا حسین امتزاج ہیں، جب ان کے انشائیے پر غور کیا جائے تو وہ ہنسی میں لپٹا ہوا المیہ معلوم ہوتے ہیں یعنی ان کی اِنشائیہ نگاری مزاحیہ تمثیل کی صورت میں عصری شعور کی بیداری کا فریضہ انجام دیتی ہے۔اگر مشتاق قمّر کے موضوعات کا فکری احاطہ کیا جائے تو ان کی فکر کے اہم موضوعات، تہذیبی شعور اور ماضی کی یادیں، مزاحیہ طرزِ تحریر میں سنجیدہ فکر، معاشرتی تضادات اور اقدار کا زوال، اردو زبان و ادب سے شغف، موسم، فطرت اور وقت کا بہاؤ، شخصی خاکے اور کردار نگاری، عصری مسائل پر تفکر، زندگی کی تلخ حقیقتیں، انسانی کمزوریاں، وقت کی بے ثباتی، اقدار کی خود احتسابی، معاشرتی اقدار کا زوال، اور تنہائی رویوں کی علامتی عکاسی، انفرادی تجربے کو اجتماعی مسئلہ بنانا، اور المیہ کو ہنسی میں لپیٹنے کا فن شامل ہیں۔ڈاکٹر طاہر تونسوی لکھتے ہیں۔

”مشتاق قمّر کے اِنشائیوں میں انسانی کمزوریوں کی طنزیہ تصویر کشی دراصل معاشرتی اصلاح کی کوشش ہے، جو قہقہوں
میں ملفوف پیغام دیتی ہے“(۳)

مشتاق قمّر کی اِنشائیہ نگاری کے موضوعات وسیع اور ہمہ گیر ہیں، وہ معمولی واقعات کو غیر معمولی انداز میں پیش کرتے ہیں اور اپنے مشاہدے، مزاح اور فکری تجربے کے ذریعے اردو اِنشائیہ نگاری کو ایک نیا رُخ دیتے ہیں۔اُردو اِنشائیہ اور مشتاق قمّر کے فکری رجحانات۔اردو اِنشائیہ نگاری میں جہاں پطرس بخاری، ابنِ اِنشاء، مجتبیٰ حسین، یوسفی، اور وزیر آغا جیسے طنز و مزاح نگاروں نے رنگ بھرے ہیں، وہیں مشتاق قمّر نے بھی اپنے مخصوص اسلوب اور فکری عمق کے ساتھ اِنشائیہ کو نئی جہات سے روشناس کرایا۔ان کی تحریریں نہ صرف مزاحیہ ہیں بلکہ فکری گہرائی، معاشرت تنقید اور وجودی سوالات سے بھی بھرپور ہیں۔ان کی اِنشائیہ نگاری صرف مزاحیہ ادب نہیں بلکہ فکری ادب ہے جو معاشرتی، تہذیبی اور وجودی سطحوں پر سوال اُٹھاتا ہے۔ان کی تحریروں میں وقت کا ادراک، تہذیبی حس، فکری تجزیہ، اور طنزیہ اظہار، یہ ایک ساتھ چلتے ہیں، یہی ان کی انفرادیت اور فکری گہرائی کی دلیل ہے۔ڈاکٹر فہمیدہ تبسّم لکھتی ہیں۔

”اِن کا قلم دل کی گہرائیوں میں اُتر کر سماج کی پرتیں کھولتا ہے، وہ مزاح کے پردے میں معاشرے کا ایسا جراحی عمل
کرتے ہیں جو قاری کو دیر تک سوچنے پر مجبور کرتا ہے“(۴)

مشتاق قمّر کے اِنشائیے میں تہذیبی اقدار کا موضوع ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، اور ان کے مخصوص رجحان کو اُجاگر کرتا ہے، جس میں وہ ماضی کی اقدار، تہذیبی زوال، اور نوستالجیا کو بڑے دل سوز انداز میں بیان کرتے ہیں۔اردو اِنشائیہ نگاری میں جہاں مزاح اور طنز کا راج رہا ہے، وہیں کچھ اِنشائیہ نگاروں نے تہذیبی شعور اور ماضی کی یادوں کو اپنی تحریروں کا محور بنایا ہے ان میں مشتاق قمّر کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔اِن کے اِنشائیے صرف مسکراہٹ نہیں بکھیرتے بلکہ قاری کو تہذیبی احساس، ماضی کی خوشبو، اور حال کے زوال پر گہری سوچ عطا کرتے ہیں۔”بال کٹوانا“ مشتاق قمّر کے انشائی مجموعہ ”ہم ہیں مشتاق“ کا پہلا اِنشائیہ ہے۔جس میں انہوں نے بال کٹوانے یعنی

**QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES**

**ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678**
**Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)**

بالوں کی تراش خراش کو ایک تہذیبی عمل قرار دیا ہے۔ان کے مطابق اگر بالوں کی تراش خراش سے اجتناب کیا جائے تو پھر انسان،انسان نہیں بلکہ کچھ اور ہی نظر آئے گا ،مشتاق قمّرانشائیہ کی ابتداء ہی میں اس عمل کی مدبرانہ انداز میں یوں تصویر کشی کرتے ہیں۔

> ”بال کٹوانا“ ایک تہذیبی عمل ہے یقین نہ آئے تو آج ہی کسی لائبریری سے انسان کے تہذیبی ارتقاء کے متعلق کوئی باتصویر کتاب نکلوا کر دیکھ لیجئیے۔ پہلے ہی صفحے پر آپ کو ایک بندر نما ایک جاندار دکھائی دے گا، جو سر سے پاؤں تک بالوں میں چھپا کسی درخت کی ٹہنی پر بیٹھا جھول رہا ہوگا۔ یہ کرہ ارض پر انسان کے اوّلین ایّام کی تصویر ہے۔“(۵)

مشتاق قمر کی تحریروں میں تہذیبی روایات کی پاسداری اوران کے زوال پر گہرا دُکھ موجود ہے۔وہ ماضی کی بات کرتے ہیں، وہ صرف ذاتی نہیں، اجتماعی تہذیبی یادگار ہے۔ماضی کے خاندانی رشتے، محلے کا سادگی بھرا ماحول، اور بزرگوں کا احترام آج بھی زندگی میں ناپید ہے۔مشتاق قمر ماضی کی زبان کو خالص، شستہ، اور مہذب قرار دیتے ہیں جبکہ موجودہ زبان کو تصنع، تصادم اور فیشن زدہ قرار دیتے ہیں، ان کے انشائیے ماضی کے معصوم لمحوں، اسکول کی گھنٹیوں، آم کے درختوں اور کنوؤں کی خوشبُو سے لبریز ہوتے ہیں۔ وہ ماضی کے ایسے نشانات کو دہراتے ہیں جو ایک نسل کے شعور کا حصہ تھے، دیسی پکوان، تہوار، محلے کا لوہار، قصے سناتی دادی، دادی اماں س کی کہانیوں میں چڑیلیں نہیں، سبق ہوتے تھے اور آج کے بچوں کو صرف کارٹون کی مخلوق یاد ہے۔ان کے انشائیوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ماضی کی یادیں فقط تفریح نہیں بلکہ فکری جمالیات کا اظہار ہیں۔ان کے تہذیبی اظہاریے پر ڈاکٹر قاضی عابد عباس لکھتے ہیں۔

> ”مشتاق قمّر کی اِنشائیہ نگاری دراصل ایک تہذیبی احتجاج ہے جو قاری کو ماضی کی خوبصورتی اور حال کی بدصُورتی کے درمیان جھولنے پر مجبور کرتی ہے ان کے انشائیے نوستالجیا کے ایسے چشمے ہیں جن سے تہذیب کی اصل صورت نظر آتی ہے، دھندلائے آئینوں میں نہیں“(۶)

ان کے اِنشائیے محض مزاحیہ تخلیقات نہیں، بلکہ تہذیب کا نوحہ، یادوں کی بازگشت اور اقدار کی بحالی کی پکار ہیں وہ ماضی کو صرف یاد نہیں کرتے، بلکہ اس میں موجود روحانی، اخلاقی اور جمالیاتی اقدار کو آج کے قاری کے ضمیر سے جوڑتے ہیں، یہی ان کے فکری رجحان کی اصل طاقت ہے۔مشتاق قمّر کے انشائیوں میں فکری رجحانات گہرائی، تنوع اور عصرِ حاضر کے سماجی و تہذیبی مسائل کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ان کے اِنشائیے معاشرے کی پیچیدگیوں اور عوامی زندگی کے تضادات کو طنزیہ و فکری انداز میں پیش کرتے ہیں، وہ عام انسان کی پریشانیوں، غربت، رشوت، تعلیم و صحت، کے مسائل کو فنی مہارت سے اُجاگر کرتے ہیں۔مشتاق قمّر انسان کی تنہائی، خودی، بے مقصدیت، اور شناخت کے سوالات بھی اُٹھاتے ہیں۔ان کے اِنشائیے سیاسی استبداد، بیوروکریسی کی بے حسی، اور جمہوری لفاظی پر بھرپور طنز کرتے ہیں ان کا انداز سادہ مگر پیغام گہرا ہوتا ہے۔اور ان کے اِنشائیوں میں اُردو زبان، اس کے کلاسیکی ورثے، اور ادبی رویوں پر بھی فکری مکالمہ ملتا ہے۔وہ زبان کی بگڑتی حالت اور رسم الخط کے بدلتے سانچوں پر فکرمند دکھائی دیتے ہیں، ان کے بعض اِنشائیے فطرت کے مناظر، موسموں کی تبدیلی اور زندگی کے جمالیاتی پہلو پر گہرے فکری تاثرات کے حامل ہوتے ہیں۔مشتاق قمر ایک نہایت دُور اندیش انسان تھے، وہ جب بھی کچھ ”حال“ کی بات کرتے تواِن کی نظر بیک وقت ”ماضی“ اور ”مستقبل“ پر ضرور ہوتی۔ان کے اِنشائیوں میں ہمیشہ ماضی کے تجربات کے ساتھ ساتھ مستقبل کی پیش گوئیاں بھی ملتی ہیں جیسا کہ ”دھوپ کھانا“ میں وہ لکھتے ہیں۔

> ”جب اس قسم کی افواہیں گشت کر رہی ہیں کہ سائنسدان ایک ایسا آلہ ایجاد کرنے والے ہیں جن کے ذریعے سورج کی شعاعوں کو مقّید کیا جاسکے گا۔میرے مخالفین اور نکتہ چین پھولے نہیں سما رہے۔وہ شائد سوچتے ہوں گے کہ سائنسدان ساری شعاعوں کو قید کرلیں گے اور مجھ ناچیز کے لیے ایک بھی شعاع نہیں بچے گی۔ لیکن میں اس خبر سے قطعاًہراساں نہیں ہوا۔ کیونکہ اوّل تو سائنسدانوں کے جال سے کوئی نہ کوئی شعاع نکل کر مجھ تک پہنچ جایا کرے گی اور اگر بالفرض ایسا نہ ہوا تو پھر میرے مخالفین بھی ذرا سنبھل جائیں کیونکہ سورج کی شعاعوں کی آزادانہ ترسیل کی راہ میں رکاوٹ سے بڑے بھیانک نتائج برآمد ہوں گے۔ سورج حرارت اور زندگی کا منبع ہے اور اگر یہ منبع ہی بند ہو گیا تو

> ان بڑے بڑے ایوانوں کو مقبروں میں تبدیل ہوتے کچھ زیادہ عرصہ نہیں لگے گا اور پھر نہ میں ہوں گا نہ میرے مخالف، یہ بانس اور بانسری کا سارا کھیل،ہی دھوپ کے دم سے ہے۔ جس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی میرے سوا آج تک کسی کو توفیق نہیں ہوئی"(۷)

مشتاق قمؔر کے اِنشائیے فکاہیہ سطح پر بھی محض ہنسانے اور مسکرانے کا ذریعہ نہیں ثابت ہوئے بلکہ قاری کو اس طرح جھنجھوڑتے ہیں اور اس کے ذہن کی گرہیں کھولتے ہیں کیونکہ ان میں طنز اور تفکر کا ایسا امتزاج ہے جو عصرِ حاضر کے سماجی اور تہذیبی بحرانوں کو ادبی پیرائے میں پیش کرتے ہیں،ان کے اِنشائیے فکری مزاج کا نمونہ ہیں ،ان میں موجود طنز، ہلکے تبسم کی بجائے کسک پیدا کرتا ہے، وہ روایتی اِنشائیہ نگاری سے ہٹ کر "فکری طنز" کی ایک نئی جہت سامنے لاتے ہیں۔ادبی و تحقیقی مقالہ نگار ڈاکٹر خالد ندیم لکھتے ہیں۔

> وہ انسان کے سماجی کردار کو محض کردار نہیں بلکہ مسئلہ بنا کر دکھاتے ہیں۔ان کے ہاں طنز مزاح کے پردے میں فکری اشارات کا وسیلہ بنتا ہے ، قاری کو لطف کے ساتھ ساتھ یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ وہ کسی المیے کا حصہ بن چکا ہے۔"(۸)

اردو اِنشائیہ میں مشتاق قمؔر کی فنی جہات۔اُردو اِنشائیہ نگاری میں مشتاق قمؔر ایک منفرد اور تازہ اسلوب کے ساتھ نمایاں ہوتے ہیں۔اُن کی نثر میں روانی، زبان میں برجستگی،اور طنز و مزاح کے اندر تہذیبی شعور کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ان کے اِنشائیے محض تفننِ طبع کا ذریعہ نہیں بلکہ فکری و فنی سطح پر قاری کو چونکا دینے والی بصیرت فراہم کرتے ہیں۔ان کی زبان،سادہ شگفتہ،اور محاوراتی ہے،وہ عام روزمرہ کے الفاظ کو ادبی چاشنی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ان کی تحریر میں لفظوں کا چناؤ بے ساختہ مگر پُر اثر ہوتا ہے۔ان کے مزاح میں گہری معنویت اور طنز کی کاٹ چھُپی ہوتی ہے، جو معاشرتی ناہمواریوں کو نشانہ بناتی ہیں۔مشتاق قمر انشائیے کو مکالماتی انداز میں پیش کرتے ہیں یہ انداز قاری کو براہِ راست مخاطب کر کے تحریر میں کشش پیدا کرتا ہے۔ان کے انشائیے قاری سے مکالمہ کرتے ہیں وہ یک طرفہ تقریر نہیں کرتے بلکہ ذہن میں سوالات پیدا کرتے ہیں۔ڈاکٹر آصف فرخی لکھتے ہیں۔

> "مشتاق قمر کی منظر نگاری میں چابکدستی ہے،وہ عام سے لمحے کو تصویری پیکر میں ڈھال دیتے ہیں، جیسے قاری خود اس ماحول میں موجود ہے۔ یہ قاری سے مکالمہ کرتے ہیں،ان کا اسلوب خطیبانہ نہیں بلکہ دوستانہ ہے۔ یہی چیز ان کی تحریروں کو دلنشین بناتی ہیں۔"(۹)

ان کا لب ولہجہ شگفتہ، بے ساختہ اور تخلیقی توانائی سے بھرپور ہے۔ کہیں قاری ہنس دیتا ہے اور کہیں سوچ میں ڈوب جاتا ہے، بعض اوقات کسی واقعے یا کردار کو استعارے کے طور پر برتتے ہیں تاکہ ایک وسیع فکری تناظر قائم کیا جاسکے۔ان کی انشائیہ نگاری کا بیشتر مواد ان کی اپنی زندگی، معاشرتی مشاہدات اور یادداشتوں سے کشید ہوتا ہے۔ان کی تشبیہات میں جدت،اختصار اور طنزیہ پہلو نمایاں ہوتا ہے وہ روزمرہ کی اشیاء کو انسانی جذبات اور معاشرتی کیفیات سے جوڑ کر ایک نئی معنویت تخلیق کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں "زندگی کبھی کبھار ایسی باسی روٹی بن جاتی ہے جو صرف دہی کے ساتھ ہی نگلی جاسکتی ہے"(۱۰) یہ محض ایک تشبیہ نہیں بلکہ زندگی کے بوجھل پن، مایوسی، اور عارضی سہولتوں کی گہری علامت ہے۔اسی طرح استعارہ مشتاق قمر کی اسلوبی انفرادیت کا خاصہ ہے۔ وہ عام حالات کو غیر معمولی انداز میں پیش کرتے ہیں جہاں قاری ایک سطح پر ہنستا ہے اور دوسری سطح پر سوچنے لگتا ہے مشتاق قمر کا استعارہ محض ادبی آرائش نہیں بلکہ ایک فکری فن پارہ ہے جو قاری کو شعور کی سطح پر لے جاتا ہے تشبیہات کو طنز کے پیرائے میں استعمال کرنا مشتاق قمر کا خاص اسلوب ہے۔ وہ شخصیتوں، رویوں پر یوں طنز کرتے ہیں جیسے ہنسی میں چھپی تلوار ہو اقتباس ملاحظہ ہو" محلے کے حاجی صاحب کی دیانت داری ایسی تھی جیسے دکان میں لگی ترازو کے نیچے دبے سکے"(۱۱)ان کی طنزیہ تشبیہات نہ صرف فنی چابکدستی کا ثبوت ہیں بلکہ وہ سماجی تنقید کا آلہ بھی بن جاتی ہیں ۔مشتاق قمر کی انشائیہ نگاری میں زبان وبیان کے فنی لوازمات میں تشبیہات واستعارات کا استعمال ایک مرکزی مقام رکھتا ہے۔ان کے اِنشائیے طنز ومزاح کی ہلکی پھلکی سطح سے بلند ہو کر علامتی، معنویت سے بھرپور اور تہہ دار سطح تک جا پہنچتے ہیں۔ تشبیہات واستعارات کے ذریعے وہ نہ صرف معنوی وسعت پیدا کرتے ہیں بلکہ اپنے خیالات کو جمالیاتی قالب میں بھی ڈھالتے ہیں۔پروفیسر مظفر علی سید لکھتے ہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

> ''مشتاق قمر کے اِنشائیے فکر و فن کا خوبصورت امتزاج ہیں۔ وہ فکری جہات کو نہایت لطیف پیرائے میں پیش کرتے ہیں، جو قاری کو محظوظ بھی کرتا ہے اور سوچنے پر مجبور بھی کرتا ہے۔ استعارہ اور تمثیل ان کی انفرادیت ہے، وہ ایک عام صورتِ حال کو علامتی انداز میں بیان کرتے ہیں، جو ادب کو فنی وسعت عطا کرتا ہے'' (۱۲)

مشتاق قمّر کے اِنشائیے غیر رسمی ساخت کے حامل ہوتے ہیں۔ کوئی سخت تمہید، دلیل یا اختتام نہیں ہوتا، بلکہ خیالات کی آزادروانی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ہر اِنشائیہ موضوع کی فطری تربیت کے تحت ترقی پاتا ہے۔ ان کے ہاں تمثیلی پیرائیہ اظہار بھی خوب نظر آتا ہے۔ وہ اکثر جانوروں، اشیاء، یا غیر جاندار چیزوں کو استعارہ بنا کر انسانی رویے کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے اِنشائیے مکالماتی اور خود کلامی کے انداز میں ہوتے ہیں، جو قاری کو تحریر کے اندر کھینچ لیتے ہیں۔ یہ فنی تکنیک قاری کو مصنف کی داخلی دنیا میں شریک کر دیتی ہے۔ کچھ اِنشائیوں میں وہ لفظی قافیہ سازی، تکرار اور طنزیہ پیرائے سے قاری کی دلچسپی قائم رکھتے ہیں۔ ان کے اِنشائیوں میں دلچسپ اور بصری مناظر کی عکاسی کی گئی ہے۔ مشتاق قمر کے اِنشائیے فنی طور پر مربوط، پُر اثر، شگفتہ، اور فکری معنویت سے لبریز ہیں۔ ان کا اسلوب سادہ مگر قاری کو محظوظ بھی کرتا ہے اور جھنجھوڑتا بھی ہے۔ ان کے انشائیوں کی زبان، طنز، ساخت، اور طرزِ بیان کا وہ فنی حسن ملتا ہے جو انہیں جدید انشائیہ نگاروں میں منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ ان کے اِنشائیوں میں چابک دستی، تخلیقی روانی اور فکری بصیرت کی ایک دل آویز آمیزش موجود ہے ان کے ہاں مزاح صرف قہقہہ نہیں بلکہ سماجی اور ثقافتی رویوں کا تنقیدی جائزہ بھی ہے۔ وہ اردو انشائیہ کو ایک نیا ذائقہ، نئی جولانی، اور نئی فکری سمت عطا کرتے ہیں۔ پروفیسر اعجاز رضوی لکھتے ہیں۔

> ''مشتاق قمّر کے ہاں مزاح خالص طنز میں نہیں ڈھلتا، بلکہ وہ تہذیب کی شائستگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے دل پر اثر انداز ہونے والا نقطہ پیدا کرتے ہیں۔ ان کا ہر انشائیہ ایک فکری چیلنج ہوتا ہے۔ ان کی تحریر میں دل لگی بھی ہے اور دل سوزی بھی، وہ قاری کو ہنسا کر رُلا بھی دیتے ہیں'' (۱۳)

مشتاق قمر کی انشائیہ نگاری اردو ادب میں نہ صرف ایک منفرد اور فکر انگیز اضافہ ہے بلکہ تہذیبی بصیرت، سماجی شعور، اور ادبی فنکاری کا حسین امتزاج بھی ہے۔ اِن کی اِنشائیہ نگاری اُردو ادب میں ایک خوشگوار اضافہ ہے، جس کی فنی جہات نہایت متنوع اور گہرائی لیے ہوئے ہیں۔ ان کے اسلوب کی نمایاں فنی خوبی زبان کا سلیقہ مندانہ استعمال، طنز و مزاح میں توازن، تشبیہ و استعارہ کی برجستگی، اور بیان کی نفسیاتی و تہذیبی جہات ہیں۔ وہ ایک ہی وقت میں قاری کے چہرے پر مسکاہٹ بھی بکھیرتے ہیں اور ذہن میں سوالات بھی جگا دیتے ہیں۔ اِن کے جملے مختصر مگر معنی خیز ہوتے ہیں، جن میں لفظیات کی روانی، محاوراتی زبان کا شعور، اور موضوع کے مطابق فکری ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ ان کے ہاں ساخت اور ساختیاتی توازن واضح ہوتا ہے، اِنشائیہ کی ساخت میں تمہید، موضوع کی توضیح، لطیف واقعات کی آمیزش، اور اختتامیہ میں فکری گہرائی کا تسلسل ان کے فن کی ایک خاص پہچان ہے۔ ان کی تحریر میں غیر رسمی پن اور تخلیقی روانی موجود ہے جو اِنشائیہ کی صنفی روح کے عین مطابق ہے۔ پروفیسر سید ظفر ہاشمی لکھتے ہیں۔

> ''اختتامیہ ایک نتیجہ نہیں بلکہ مصنف کے فکری زاویے کی نمائندگی ہوتا ہے۔ اِنشائیہ لکھنا آسان نہیں خاص طور پر جب اس میں فکری گہرائی اور فنی توزن پیدا کرنا مقصود ہو، مشتاق قمّر کے اِنشائیوں کے اختتام میں جو تاثر اُبھرتا ہے وہ فنی پختگی، تہذیبی شعور، اور انفرادی اسلوب کا حسین امتزاج ہے'' (۱۴)

مشتاق قمّر کی انشائیہ نگاری اردو ادب میں نہ صرف ایک دلکش اضافہ ہے بلکہ فکری، تہذیبی، اور فنی جہات کے حسین امتزاج کی حامل بھی ہے۔ اُن کا اسلوبِ انشائیہ ایک طرف مزاح کی شگفتگی سے قاری کو مسکراہٹ عطا کرتا ہے، تو دوسری طرف طنز کی کاٹ کے ذریعے اسے موجودہ سماجی، ثقافتی اور فکری مسائل پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ان کے ہاں مزاح محض تفننِ طبع نہیں بلکہ ایک فکری آلہ ہے جو قاری کے ذہن میں جرح اور مکالمے کا آغاز کرتا ہے۔

مشتاق قمر کے انشائیے اپنی زبان و بیان کی سادگی، طرزِ تحریر کی شفافیت، اور فکری عمق کے باعث اردو انشائیہ نگاری میں ایک نئی جہت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اُن کی تحریروں میں تہذیبی نوحہ، ماضی کی یادوں کا نوستالجک بیان، اور عصرِ حاضر کی اقدار کا زوال ایک فکری احتجاج کی صورت میں ابھرتا ہے۔ انہوں نے انشائیہ کو محض ادبی

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 02 (2025)

صنف کے طور پر نہیں برتا بلکہ اسے ایک فکری تحریک، تہذیبی آئینہ، اور سماجی تنقید کا مؤثر وسیلہ بنایا۔ نتیجتاً، یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشتاق قمر اردو انشائیہ کے ان ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اس صنف کو نئے فکری، اسلوبیاتی، اور موضوعاتی امکانات سے روشناس کرایا۔ اُن کا ادبی سرمایہ نہ صرف تحقیق و تنقید کے لیے قابل مطالعہ ہے بلکہ نئی نسل کے انشائیہ نگاروں کے لیے رہنمائی کا منبع بھی ہے۔ ان کی انشائیہ نگاری اردو نثر کو محض ایک بیانیہ نہیں بلکہ ایک فکری، تہذیبی اور جمالیاتی تجربہ بنا دیتی ہے——جو نہ صرف ہنساتی ہے بلکہ جگاتی بھی ہے۔

## حوالہ جات


۱۔ محمد مشتاق قمّر، ایک دن کا آدمی، مرتبہ، ڈاکٹر محمد وسیم انجم، انجم پبلشرز کمال آباد راولپنڈی، ۱۹۹۹ء، ص ۳۶

۲۔ آصف فرخی، ڈاکٹر، ادب کا چہرہ، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۹۲

۳۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، اِنشائیہ کی تفہیم، نیشنل بُک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۲۰۱۸ء، ص ۵۴

۴۔ فہمیدہ تبسّم، ڈاکٹر، اُردو اِنشائیہ اور مشتاق قمّر، ادبیات لاہور، شمارہ نمبر ۴۲، ۲۰۲۱ء

۵۔ محمد مشتاق قمر، پروفیسر، ہم ہیں مشتاق، مکتبہ اُردو زبان سرگودھا، جون، 1970ء، ص ۳۷

۶۔ قاضی عابد عباس، ڈاکٹر، اُردو اِنشائیہ میں تہذیبی شعور، مشتاق قمّر کا مطالعہ، ادبی دُنیا، شمارہ نمبر ۲۱، ۲۰۲۲ء، ص ۱۳

۷۔ محمد مشتاق قمر، پروفیسر، ہم ہیں مشتاق، ص ۷۹

۸۔ خالد ندیم، ڈاکٹر، مشتاق قمّر کا فکری پیرائیہ، جہات، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ۲۰۲۳ء، ص ۵۹

۹۔ آصف فرخی، ڈاکٹر، اُردو اِنشائیہ عہدِ حاضر میں، فنون پبلشرز اکیڈمی کراچی، ۲۰۱۲ء، ص ۷۱

۱۰۔ محمد مشتاق قمر، پروفیسر، ہم ہیں مشتاق، ص ۸۹

۱۱۔ محمد مشتاق قمر، پروفیسر، ہم ہیں مشتاق، ص ۱۲۷

۱۲۔ مظفر علی، سید، پروفیسر، اُردو نثر کا ارتقاء، نیشنل بُک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۲۲۷

۱۳۔ اعجاز رضوی، پروفیسر، اُردو اِنشائیہ، نظریاتی و فنی مباحث، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۰ء، ص ۱۳۲

۱۴۔ ظفر ہاشمی، سید، پروفیسر، اُردو اِنشائیہ، روایت اور تجدید، شعبہ اُردو جامعہ کراچی، ۲۰۲۱ء، ص ۹۶